تفسیر نور العرفان (قسط ۲۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ دیو بند کے فضلاء اس جیسی تمام آیات کو اولیاء اللہ، مشائخ عظام پر چسپاں کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ان کے مریدوں سے کہا جاوے گا کہ اپنے پیروں کو بلالو، حالانکہ یہ آیت بتوں اور مشرکوں کے متعلق ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص626)

یہ آیت کریمہ اُن تمام لوگوں کے لیے ہے، جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں کہ فلاں کی اللہ کے ہاں جاہ ہے، فلاں اللہ کے ہاں ہمارا سفارشی ہے، فلاں مشکل کشا اور حاجت روا ہے، وغیرہ۔ اس آیت کو بتوں کے ساتھ خاص کرنا اس لیے بھی درست نہیں کہ محض پتھروں کی پکار نہیں کی جاتی تھی، بت تو ایک مورتی ہوتی تھی، جو بزرگ کے شکل پر تراشی جاتی تھی اور اس کی یاد کو تازہ رکھتی تھی۔ آج قبروں سے بھی وہی کام لیا جاتا ہے، جو بتوں سے لیا جاتا تھا۔ قبر پرستوں کے پیش نظر بھی بزرگ کی عقیدت ہوتی ہے، یوں قبر پرستی اور صنم پرستی ایک ہے۔

قبروں پر قبے بنانا، ان کی تزئین و آرائش کرنا، ان پر مجاوری کرنا، ان کے نام کے نذرانے پیش کرنا اور دور و نزدیک سے ان کی پکار کرنا وغیرہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

② مفتی صاحب سورت قصص (٦٥) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ کسی کو محض پکارنا یا بلانا اگرچہ مدد کے لیے ہو، شرک نہیں، ورنہ رب اس کا حکم نہ دیتا۔ رب فرماتا ہے: ﴿وَادْعُوا شُهَدَآءَ كُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ یعنی قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے مددگاروں کو مدد کے لیے بلالو، پکارلو۔ جو پکارنا شرک ہے، وہ عبادت کے طور پر پکارنا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں شرکاء سے مراد وہ بت ہیں، جن کی مشرکین پوجا کرتے تھے، جیسے چاند، سورج، تارے، درخت، پتھر، یا مہادیو وغیرہ، جن کے نام کے بت بنائے گئے تھے۔ اس آیت کو انبیاء واولیا سے کچھ تعلق نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص627)

مافوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا ہی عبادت ہے، خواہ وہ اسے معبود سمجھتا ہو، یا نہ سمجھتا ہو۔ قرآن کریم نے بتایا کہ یہ ان کے الہ ومعبود ہیں۔ دنیا میں صرف سورج، چاند، ستاروں اور درختوں کی پوجا نہیں ہوتی، بلکہ انبیا، صلحا، فرشتوں اور جنوں کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ شرکاء میں یہ تمام داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو یہ کہا کہ اگر تم سچے ہو، تو اللہ کے علاوہ جن کو کارساز سمجھتے ہو، انہیں بھی بلالو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی پکار کو جائز قرار دیا، بلکہ ان کی اور ان کے معبودوں کی کمزوری اور بے بسی کو ثابت کرنے کے لیے یہ فرمایا۔ صرف آواز دینا یا پکارنا شرک نہیں۔ وہ پکار شرک ہے، جو مافوق الاسباب مدد کے لیے غیر اللہ سے کی جائے۔ مشرکین غیر اللہ کی یہی پکار کرتے تھے کہ مشکل میں اُن کا نام لیتے تھے، جیسا کہ ہمارے ہاں مشکل میں اغثنی یا رسول اللہ، اغثنی یا شیخ عبدالقادر جیلانی، یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ (اے شیخ عبدالقادر جیلانی! مجھے اللہ کے لیے کچھ دیجئے۔) یا علی مدد، اور علی مشکل کشا، کی پکار ہوتی ہے۔

③ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ (ﷺ) کو بچپن ہی سے شجر و حجر سلام کرتے تھے اور رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص626)

یہ روایت سنن ترمذی (٣٦٢٦) میں آتی ہے۔ سند ضعیف ہے۔

① عباد بن ابی یزید مجہول ہے۔(دِیوان الضّعفاء للذهبي : ٢٠٨٧)

② ولید بن عبداللہ بن ابی ثور ضعیف ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حَجَر :7431)

❁ دلائل النبوہ للبیہقی (١٥٤/٢) میں اس کی متابعت یونس بن عنبسہ نے کی ہے، یہ بھی مجہول ہے۔ لہٰذا امام حاکم رحمہ اللہ (٦٢٠/٢) کا اس کی سند کو صحیح کہنا اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا اسے صحیح قرار دینا درست نہیں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ لَا يَمُرُّ عَلٰى حَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ.

''میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ باہر نکلا، آپ ﷺ جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتے، وہ آپ کو سلام کرتا۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني :5431، وسندهٗ حسنٌ)

یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا، جیسا کہ حافظ نووی رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔

④ مفتی صاحب سورت عنکبوت (٣) کے تحت لکھتے ہیں:

''بعض نے فرمایا کہ اللہ کے جاننے سے اللہ کے مقبول بندوں کا جاننا مراد ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص632)

آیت کا یہ معنی درست نہیں۔ یہاں اللہ کے جاننے سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے سے ہی جانتا ہے۔

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''امام حسین کو جب اہل جنت کی سرداری دی جائے گی، تو دوسرا یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں سرداری کیوں نہ ملی، کربلا نے ان کا استحقاق ظاہر کر دیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص632)

سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما دونوں نوجوانان جنت کے سرادر ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سرداری کا تعلق سانحہ کربلا سے جوڑنا درست نہیں، کیونکہ یہ سرداری سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہے۔

⑥ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ایمان میں تقلید جائز نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص633)

دین میں تقلید جائز نہیں، کیونکہ تقلید اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے برخلاف اُمتی کی بات کو دین کا درجہ دینا ہے۔

⑦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ (نوح علیہ السلام) کی قبر شریف مقام کرک علاقہ شام میں ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص634)

بے ثبوت بات ہے۔

✿ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ مَا هُوَ مُحَقَّقٌ سِوٰى قَبْرِ نَبِيِّنَا .

''انبیا کی قبروں میں سے کوئی ایسی نہیں، جس کے بارے میں یقیناً کہا جا سکے کہ یہ فلاں نبی کی قبر ہے، سوائے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے۔''

(طرح التّثریب : 303/3)

✿ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ تَعْيِينُ قَبْرِ أَحَدٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ غَيْرِ قَبْرِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم ﷺ کی قبر کے سوا کسی نبی کی قبر کو یقینی طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا۔''

(المَشرَب الوَردي، ص 33)

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ باقی تمام کشتی والے بے اولاد وفات پا گئے، نسل صرف آپ (نوح علیہ السلام) ہی کی چلی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص634)

بے ثبوت بات ہے۔

⑨ مفتی صاحب سورت عنکبوت (۳۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہاں ﴿أَعْلَمُ﴾ کے معنی یہ نہیں کہ ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرشتوں کا علم نبی کے علم سے زیادہ نہیں ہوتا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص638)

یہاں دنیا اُمور مراد ہیں۔ ان اُمور میں امتیوں یا فرشتوں کا علم نبی سے زیادہ ہوسکتا ہے۔ البتہ علم نبوت میں کوئی نبی سے فائق نہیں ہوسکتا۔

❀ نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھجوروں کی پیوند کاری کرتے دیکھا، آپ نے اس سے منع کر دیا، صحابہ آپ کے حکم کی تکمیل و تعمیل میں اس سے رک گئے، لیکن پھل بہت کم آئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی، تو فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَّأْيِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ .

''یقیناً میں بشر ہوں، جب آپ کو کوئی دینی حکم دوں، تو اس پر (سختی سے) عمل پیرا ہو جائیں اور جب (دنیاوی امور کا) اپنی رائے سے حکم دوں، تو میں بشر ہوں۔''

(صحیح مسلم : 2362)

❀ نیز فرمایا:

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ . ''دنیاوی امور کو آپ بہتر جانتے ہیں۔''

(صحیح مسلم : 2363)

❀ مزید فرمایا:

إِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا، فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ، وَلٰكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ شَيْئًا، فَخُذُوا بِهِ، فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

''یہ میرا گمان تھا، اس کی بنا پر میرا مواخذہ نہ کیجئے، لیکن جب اللہ کی طرف سے کوئی چیز بیان کروں، تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا، کیوں کہ میں اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔''

(صحیح مسلم :2361)

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو لوگوں کے انجام کی خبر ہے کہ کون مومن مرے گا، کون کافر؟ کون کس طرح ہلاک ہوگا، کہاں ہلاک ہوگا؟ پھر انبیا کرام، اولیاء اللہ کو یہ علم ماننا شرک نہیں ہوسکتا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص638)

انجام کی خبر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ کوئی نبی، ولی، فرشتہ کسی کے انجام سے باخبر نہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مامور ہیں۔ کس کو، کہاں، کس حالت میں ہلاک کرنا ہے؟ فرشتوں کو یہ سب اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے، ورنہ بذات خود فرشتے کچھ نہیں جانتا، وہی جانتے ہیں، جو انہیں رب تعالیٰ انہیں بتاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا:

﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾(البقرة : ٣٢)

''(اللہ!) تو پاک ہے، ہمارے پاس وہی علم ہے، جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔''

❁ رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ .

''اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے اور آپ کے ساتھ کیا ہوگا؟''

(صحيح البخاري : 7017)

جب رسول اللہ ﷺ کو انجام کی خبر نہیں، تو کوئی نبی، ولی کیسے جان سکتا ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، فَأَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً سَمَّتْهَا فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَأَكَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ فَإِنَّهَا أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا مَسْمُومَةٌ فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ الْأَنْصَارِيُّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ؟ قَالَتْ: إِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ الَّذِي صَنَعْتُ، وَإِنْ كُنْتَ مَلِكًا أَرَحْتُ النَّاسَ مِنْكَ، فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: فِي وَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ مَازِلْتُ أَجِدُ مِنَ الْأَكْلَةِ الَّتِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے، لیکن صدقہ نہیں کھاتے تھے، خیبر کی ایک یہودی عورت نے آپ کو تحفہ میں ایک بھنی ہوئی زہر آلود بکری پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اسے کھانے لگے، پھر آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھ (کھانے سے) اٹھالیں، کیونکہ اس نے مجھے بتادیا ہے کہ یہ زہر آلودہ ہے، اس سے بشر بن معرور انصاری صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیہ سے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: اگر آپ نبی ہیں، تو یہ آپ کو نقصان نہ دے گی اور اگر آپ ایک بادشاہ ہیں، تو میں نے لوگوں کو آپ سے آرام دے

دیا ہے، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور وہ قتل کر دی گئی، پھر آپ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: میں ہمیشہ اس لقمے کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں، جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ میری رگِ جان کاٹے جا رہا ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤٥١، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۲۱۹/۳) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بہت واضح ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ زہر آلود گوشت تناول نہ فرماتے، آپ کے صحابہ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، سیدنا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ تو یہ گوشت کھانے کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے، پھر اسی وجہ سے یہودیہ کو قتل کر دیا گیا، اب یہ کہنا تو ناممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا، مگر آپ نے جان بوجھ کر صحابی کو شہید کروا دیا۔

❀ نبی کریم ﷺ کے پاس رعل وذکوان وغیرہ کے کچھ لوگ آئے اور مطالبہ کیا کہ کچھ معلم صحابہ ہمارے ساتھ بھیجیے، وہ ہمیں دین سکھائیں۔ آپ ﷺ نے اپنے ستر قاری صحابہ ان کے ہمراہ روانہ کر دیے۔ ان لوگوں نے ان صحابہ کو بے دردی سے راستے میں ہی شہید کر دیا۔ تو انھوں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَنَّا قَدْ لَقِينَاكَ فَرَضِينَا عَنْكَ، وَرَضِيتَ عَنَّا .

''اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو باخبر کر دے کہ ہم تجھ سے مل چکے ہیں، ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔''

(صحيح البخاري : 3064، صحيح مسلم : 677)

اگر نبی کریم ﷺ کے علم میں ہوتا ہے کہ میرے اصحاب کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا

جائے گا، تو کبھی اپنے صحابہ کو ان لوگوں کے ساتھ نہ بھیجتے۔ پھر صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اپنے نبی کو ہمارے انجام کی خبر دیجئے کہ وہ بخیر ہوا ہے، معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کسی کے انجام سے باخبر نہیں ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (بدر کی جنگ کے بعد) فرمایا:

مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ، فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ.

”کون ہے، جو دیکھے کہ ابو جہل کس حال میں ہے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور دیکھا کہ اس پر عفراء کے دو بیٹوں نے وار کیا ہے اور وہ دم توڑ چکا ہے۔“

(صحيح البخاري : 3962، صحيح مسلم : 1800)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾(المائدة : ١٠٩)

”جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور پوچھے گا: تمہیں (قوم کی طرف سے) کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے: ہمیں کچھ علم نہیں، تو ہی غیب کو خوب جاننے والا ہے۔“

امتوں کو ڈانٹنے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام سے پوچھے گا کہ تمہارے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تمہاری اُمت کس حد تک دین پر قائم رہی۔ انبیا کرام لاعلمی کا اظہار کریں گے۔

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آفات میں اولیاء اللہ یا انبیاء کرام کا سہارا پکڑنا اس میں داخل نہیں، کہ ہم انہیں رب کی مشکل کشائی، حاجت روائی کا مظہر سمجھتے ہیں، یہ استعانت شرک نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص640)

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو مشکل کشائی اور حاجت روائی کا مظہر نہیں بنایا۔ مشرکین مکہ کا یہی عقیدہ تھا کہ یہ بزرگ خدائی اختیارات دیے گئے ہیں۔ مافوق الاسباب استعانت غیر اللہ سے شرک ہے۔ جب وہ اس پر قادر نہیں، تو ان سے استعانت کیوں؟

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرمان الٰہی: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ﴾(العنكبوت : ٤١) ''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے علاوہ کارساز بنائے ہوئے ہیں، مکڑی جیسی ہے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس مثال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کمزور ترین مخلوق ہیں، انہوں نے تو اللہ کے سوا کارساز بنائے تھے، لیکن وہ ان سے کمزوری کے علاوہ کچھ حاصل نہ کر سکے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ❁ كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ (مریم: ۸۱-۸۲) ''انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنائے، تاکہ ان کی مدد ہو سکے، لیکن وہ معبود ان کی مدد نہیں کر سکتے، عنقریب وہ (قیامت کے دن) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔'' ایک مقام پر مشرک قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ

﴿دُونِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ﴾ (هود : ١٠١) ''ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا، بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، جب اللہ کا عذاب آیا، تو انہیں ان کے وہ معبودان باطلہ ذرا بھی بچا نہ سکے، جنہیں وہ اللہ کے علاوہ پکارا کرتے تھے، انہوں نے سوائے ہلاکت کے انہیں کچھ نہ دیا۔'' یہ چاروں مقامات قرآنی وضاحت کرتے ہیں کہ جو بھی اللہ کے سوا کسی کو قوت بڑھوتری اور مدد کے لیے دوست بناتا ہے، اسے اس سے اپنے مقصود کے برعکس نتیجہ حاصل ہوتا ہے، قرآن میں اس طرح کی اور مثالیں بھی ہیں، لیکن شرک کے بطلان، مشرک کے خسارے اور خلاف توقع نتائج کے حصول کی یہ سب سے بہترین اور واضح مثال ہے۔''

(كتاب الأمثال، ص 21)

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر مجرم گناہ گار نبی کے آستانہ پر جا کر فریادی ہو، تو شرک نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص640)

اگر کوئی گناہ گار نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر فریادی ہو، تو یہ شرک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ کو علم نہیں کہ میری قبر پر کون آیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوآ أَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النّساء : ٦٤)

''(نبی!) یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں، تو آپ کے پاس آ جائیں، پھر اللہ

سے معافی مانگیں اور آپ بھی ان کی طرف سے معافی مانگیں، وہ اللہ کو بہت جلد توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحیم پائیں گے۔''

اس آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ گناہگار لوگ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کے پاس آئیں۔ خود اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے معافی کی سفارش کریں، تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے گا، زندہ لوگوں سے دعا کرانا مشروع ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر فریاد کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔

نبی کریم ﷺ کے پاس آنے والا یہ معاملہ آپ کی زندگی تک محدود تھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی صحابی، تابعی یا ثقہ امام نے آپ ﷺ کی قبر پر آ کر آپ سے سفارش کی درخواست نہیں کی۔ جس کا لازمی اقتضا یہ ہے کہ متاخرین کے اس قسم کے استدلالات کو ذرہ بھر اہمیت نہ دی جائے۔

⑬ مفتی صاحب سورت عنکبوت (۴۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''ان جیسی آیات میں بعض فضلاء دیوبندی ﴿يَدْعُونَ﴾ کے معنی پکارنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یارسول اللہ، یاغوث وغیرہ کہنا شرک ہے، مگر خود ہر حاجت پر امیروں، حکیموں، حاکموں کو پکارتے ہیں۔ نماز میں سب پڑھتے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ، لہٰذا یہاں ﴿يَدْعُونَ﴾ کے معنی پوجنا بہت موزوں ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص640)

یقیناً یہاں ﴿يَدْعُونَ﴾ کا معنی پکارنا ہے۔ مافوق الاسباب اُمور میں پکار عبادت ہے۔ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔ نبی کریم ﷺ کو یا کسی ولی کو مدد کے لیے پکارنا شرک

ہے۔تحت الاسباب اُمور میں مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھنے کی غرض نبی کریم ﷺ کی پکار نہیں۔ یہ کلمات نبی کریم ﷺ نے سکھائے ہیں، اسلاف امت میں سے کوئی بھی ان سے نبی کریم ﷺ کی پکار مراد نہیں لیتا۔ایسے ہی پڑھ دیتا ہے، جیسے نبی کریم ﷺ نے حکایت کیے۔

⑭ مفتی صاحب سورت عنکبوت (۴۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''نبوت سے پہلے آپ (ﷺ) پڑھتے لکھتے نہ تھے، بعد نبوت رب تعالیٰ نے دونوں علم آپ کو عطا فرمائے، پڑھنا بھی اور لکھنا بھی، لہٰذا یہ آیت ان احادیث کے خلاف نہیں، جن سے حضور کا لکھنا پڑھنا ثابت ہے، جیسے صلح حدیبیہ میں کچھ تحریر فرمانا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص641)

اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری دم تک اُمی (اَن پڑھ) رہے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔آپ ﷺ کا یہ وصف جمیل پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں بھی مذکور تھا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو پڑھنا لکھنا نہیں سکھایا تا کہ اہل باطل کو بات کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

✿ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) نے حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) سے نقل کیا ہے:

مِنْ دَلَائِلِ نُبُوَّتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ رَجُلًا أُمِّيًّا، لَا يَخُطُّ كِتَابًا بِيَدِهِ، وَلَا يَقْرَؤُهُ.

''نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ

اُمی آدمی تھے، آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتے تھے، نہ ہی اسے پڑھ سکتے تھے۔''

(الاعتقاد، ص 347)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾(العنکبوت: ٤٨)

''(اے نبی!) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے، نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ جاتے۔''

❁ اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اے محمد! آپ قرآن کے نزول سے پہلے اپنی قوم میں ایک عرصہ رہے ہیں، آپ پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے، بلکہ آپ کی قوم اور دوسری قوموں کا ہر آدمی جانتا ہے کہ آپ اُمی ہیں، لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ ﷺ کی یہی صفت بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهٗ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(الأعراف: ١٥٧)''وہ لوگ جو اُمی نبی کی پیروی کرتے ہیں، جسے وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ نبی ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور ان کو برائی سے منع کرتا ہے۔'' آپ ﷺ کی وفات تک یہی کیفیت رہی کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے ایک سطر اور ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتے تھے، بلکہ آپ ﷺ

کے لیے کاتبین تھے، جو آپ ﷺ کے سامنے وحی اور دوسرے علاقوں کی طرف خطوط لکھتے تھے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 285/6)

چونکہ بعض لوگ نبیٔ اکرم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ اَن پڑھ نہیں تھے، لکھنا پڑھنا جانتے تھے، لہٰذا وہ اس آیت کریمہ سے ایک شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ ''یہاں قرآنِ کریم نے کتابیں پڑھ سکنے'' کی نفی اور ''اپنے ہاتھ سے لکھنے'' کی نفی صرف نزولِ قرآن سے پہلے زمانہ کے لیے کی ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے بعد آپ بخوبی لکھ پڑھ سکتے تھے۔''

یہ انتہائی کمزور استدلال ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ﴿إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

لَوْ كُنْتَ تُحْسِنُهَا لَارْتَابَ بَعْضُ الْجَهَلَةِ مِنَ النَّاسِ فَيَقُولُ : إِنَّمَا تَعَلَّمَ هٰذَا مِنْ كُتب قَبْلَهٗ مَأْثُورَةٍ عَنِ الْأَنْبِيَاءِ، مَعَ أَنَّهُمْ قَالُوا ذٰلِكَ مَعَ عِلْمِهِمْ بِأَنَّهٗ أُمِّيٌّ لَا يُحْسِنُ الْكِتَابَةَ : ﴿وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا﴾(الفرقان : ٥)

''یعنی اے نبی! اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو بعض جاہل لوگ شک میں پڑ جاتے اور کہتے کہ آپ تو پہلے انبیاء کی منقول کتب سے یہ چیزیں سیکھتے ہیں۔ پھر انہوں نے جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ امی ہیں، لکھ نہیں سکتے، یہ کہہ دیا تھا:

﴿وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً

وَّأَصِيلًا﴾ (الفرقان: ۵) ''کافروں نے کہا کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں، جو اس کو صبح و شام لکھوائے جاتے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 286/6)

آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین و کفار کے ردّ و جواب میں فرما رہے ہیں کہ جب یہ حقیقت آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نزولِ قرآن سے پہلے نبی اکرم ﷺ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے، تو قرآن کے نازل ہونے کے بعد آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ ''قرآن پہلوں کی جھوٹی باتیں ہیں۔ وہ خود لکھ لیتا ہے۔ صبح و شام اس کو لکھوائی جاتی ہیں۔'' کیونکر درست ہے؟

جب نزولِ قرآن سے پہلے آپ ﷺ امی (اَن پڑھ) تھے تو نزول کے بعد قرآن خود کیسے لکھ لیتے ہیں؟ اور پہلی کتابوں کا مطالعہ کیسے کر لیتے ہیں؟ چونکہ یہ دلیل مخالف کفار کو بھی تسلیم تھی۔ اس لیے اس کو ذکر کر دیا۔ جو دلیل مخالف کو بھی تسلیم ہو، وہ زیادہ مؤثر اور مقبول ہوتی ہے۔ افہام و تفہیم کی بہتر صورت یہی تھی، اس لیے اس کو اختیار کیا گیا۔

یہ نہیں فرمایا کہ آپ پڑھ لکھ نہیں سکتے ہیں، کیونکہ اس کے برعکس مخالف یہ کہتے سکتے تھے کہ آپ قرآن خود لکھ لیتے ہیں، اس سے تصادم بڑھ جاتا، مسلم دلیل پیش کی گئی۔

بعض لوگ کفار کی تقلید میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے بعد نبیِ اکرم ﷺ پڑھ لکھ لیتے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس رسول پر ایسی کتاب اترے، جس میں تقریباً ایک لاکھ تک کی گنتی ہو، تقسیمِ میراث کا حساب و کتاب ہو، زکوٰۃ و مالِ غنیمت کی تقسیم کا قانون ہو، کیا وہ ایسا ہو سکتا ہے کہ نہ تو پڑھ سکے، نہ لکھ سکے؟

اہل حق کہتے ہیں کہ یہی تو معجزہ ہے، جس کے انکار کے لیے آپ ظن و تخمین پیش

کرتے ہیں۔ یہ نبیٔ اکرم ﷺ پر افترا و بہتان ہے اور قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کی تکذیب ہے۔ اہل علم و عقل کی مخالفت ہے۔

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ، كَتَبُوا : هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالُوا : لَا نُقِرُّ لَكَ بِهٰذَا، لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَيْئًا، وَلٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ : أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : امْحُ رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ عَلِيٌّ : لَا وَاللّٰهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ، وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ، فَكَتَبَ : هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ.

”جب مسلمانوں اور مشرکین نے معاہدہ لکھا تو صحابہ کرام نے لکھ دیا، یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، اس پر مشرکین نے کہا، ہم اسے تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کو مکہ سے نہ روکتے، آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور عبداللہ کا بیٹا بھی ہوں، پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، انہوں نے عرض کیا، اللہ کی قسم! میں آپ کا نامِ نامی نہیں مٹا سکتا! آپ ﷺ نے اس تحریر کو پکڑا اور لکھ دیا، یہ وہ معاہدہ ہے، جو محمد بن

عبداللہ نے کیا ہے۔''

(صحيح البخاري :4251)

یہ مجاز مرسل ہے۔ کام کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے، جس سے کام صادر نہ ہوا۔ یہاں لکھنے کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کر دی گئی ہے۔ یہ اسی قبیل سے ہے، جیسے بَنٰی أَمِیرٌ الْمَدِینَةَ ''امیر نے شہر کی تعمیر کی۔'' جبکہ اس نے خود تعمیر نہیں کی ہوتی، بلکہ اس کے حکم سے تعمیر ہوتی ہے، لیکن اس کی طرف منسوب ہو جاتی ہے۔

صلح حدیبیہ کے قصہ کے متعلق یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ، إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي، اُكْتُبْ : مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ .

''اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اگر چہ تم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ محمد بن عبداللہ لکھ دیجئے۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/330، صحيح البخاري :3731-3732)

یہ دونوں حدیثیں نص قطعی ہیں کہ کَتَبَ کا معنی مجازی ہے۔ آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا تھا، نہ کہ خود لکھا تھا۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اُكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ، قَالُوا : لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ لَاتَّبَعْنَاكَ، وَلٰكِنِ اكْتُبِ اسْمَكَ وَاسْمَ أَبِيكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ .

''محمد رسول اللہ لکھیے، کفار نے کہا: اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے ہوتے، تو ضرور آپ کی پیروی کر لیتے، آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں، اس پر نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا: لکھئے: محمد بن عبداللہ کی طرف سے......‘‘

(صحيح مسلم : 1784)

۞ حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۸۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا مَعْنٰى «كَتَبَ» أَيْ أَمَرَ أَنْ يُكْتَبَ، وَكَانَ الْكَاتِبُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ .

’’بلاشبہ لکھنے سے مراد یہاں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ اس دن کاتب سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔‘‘

(الرَّوْضُ الْأُنُف : 486/6)

اس پر ایک قوی قرینہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

امْحَ رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّ : وَاللّٰهِ لَا أَمْحَاهُ أَبَدًا، قَالَ : فَأَرِنِيهِ، قَالَ : فَأَرَاهُ إِيَّاهُ فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ .

’’رسول اللہ کا لفظ مٹا دیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں اس کو کبھی نہیں مٹاؤں گا، آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے یہ لفظ دکھائیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ الفاظ آپ ﷺ کو دکھائے، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھ مبارک کے ساتھ مٹا دیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 3184، صحيح مسلم : 1783)

۞ شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

’’اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ راوی کا یہ کہنا : أَخَذَ الْكِتَابَ، وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ ’’آپ ﷺ نے تحریر کو پکڑا، حالانکہ آپ ﷺ

لکھنا نہیں جانتے تھے۔'' آپ ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت کے لیے ہے کہ مجھے وہ کلمہ دکھائیں، آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے، اسی لیے تو آپ ﷺ اس بات کے محتاج ہوئے کہ آپ ﷺ کو وہ کلمہ دکھایا جائے، جس کو مٹانے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ رک گئے تھے۔''

(فتح الباري: 504/7)

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کے معجزات تین قسم کے ہیں؛ ایک وہ، جو بغیر اختیار ہر وقت آپ سے صادر ہوتے ہیں، جیسے جسم پاک کا سایہ نہ ہونا......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص642)

رسول اللہ ﷺ بشر تھے اور آپ میں بشریت والی تمام خصوصیات موجود تھیں، ان میں سے جن چیزوں کا استثنا ثابت ہو جائے، وہ تسلیم کیا جائے گا۔ لیکن جن چیزوں کے استثنا پر کتاب و سنت اور سلف صالحین میں سے کوئی دلیل نہیں ملتی، ان کو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

مثلاً، بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا، ان کے پاس اس نظریے پر کوئی دلیل نہیں ہے، نہ اسلاف امت میں سے ان کا کوئی حامی ہے۔ ائمہ محدثین نے خصائص نبویہ پر جتنی کتب تالیف کی ہیں، کسی ایک میں بھی آپ ﷺ کے سایے کی نفی نہیں کی گئی۔ سائے کا انکار کرنے والے حضرات جن دلائل کا سہارا لیتے ہیں، انتہائی کمزور دلائل ہیں، لہٰذا نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ ہونے کا معجزہ ثابت نہیں۔

① تابعی، ذکوان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرٰى لَهٗ ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ .

''نبی کریم ﷺ کا سایہ سورج کی روشنی میں نظر آتا تھا، نہ چاندکی چاندنی میں۔''

(الخصائص الكبرٰى للسّيوطي : 71/1)

جھوٹی روایت ہے:

ا۔ عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی ''متروک وکذاب'' ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اسے ''وضاع، کذاب'' کہا ہے۔

(مَناهل الصّفا : 68)

۲۔ عبدالملک بن عبداللہ کو حافظ سیوطی اور علامہ ملا علی قاری نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(مَناهل الصفا : 68، شرح الشّفاء : 282/3)

۳۔ ذکوان تابعی ہیں، براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا ''مرسل'' ہے۔ نیز یہ صحیح احادیث کے مخالف بھی ہے۔

۴۔ حکیم ترمذی اس اہل نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے۔

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ لِّرَسُولِ اللّٰهِ ظِلٌّ . ''رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔''

(إمتاع الأسماع للمِقريزي : 170/2)

جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن سائب کلبی متروک اور کذاب رافضی ہے۔

② ابوصالح باذام ضعیف، مدلس اور مختلط ہے۔

③ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی (۷۱۰ھ) نے ایک روایت گھڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کردی ہے:

إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: أَنَا قَاطِعٌ بِكَذِبِ الْمُنَافِقِينَ لِأَنَّ اللّٰهَ عَصَمَكَ مِنْ وُقُوعِ الذُّبَابِ عَلٰى جِلْدِكَ لِأَنَّهُ يَقَعُ النَّجَاسَاتِ فَيَتَلَطَّخُ بِهَا فَلَمَّا عَصَمَكَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ الْقَدْرِ مِنَ الذَّرِ فَكَيْفَ لَا يَعْصِمُكَ عَنْ صُحْبَةِ مَنْ تَكُونُ مُتَلَطِّخَةً بِمِثْلِ هٰذِهِ الْفَاحِشَةِ وَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّ اللّٰهَ مَا أَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ لِئَلَّا يَضَعَ إِنْسَانٌ قَدَمَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الظِّلِ فَلَمَّا لَمْ يُمَكِّنْ أَحداً مِّنْ وَّضْعِ الْقَدَمِ عَلٰى ظِلِّكَ كَيْفَ يُمَكِّنُ أَحداً مِّنْ تَلْوِيثِ عِرْضِ زَوْجَتِكَ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے عرض گزار ہوئے: مجھے منافقوں کے جھوٹا ہونے کا یقین ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جسم پر گندگی سے لتھڑی ہوئی مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتا، جب اللہ نے آپ کو اس قدر حقیر سی گندگی سے محفوظ رکھا ہے، تو وہ لازمی طور پر آپ کو فحاشی میں لتھڑے ان لوگوں کی صحبت سے بچالے گا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ زمین پر لگنے نہیں دیا، کہیں کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ آ جائے۔ جب اللہ نے کسی کو اپنا پاؤں آپ کے سائے پر رکھنے کی طاقت نہیں

دی،تو وہ آپ کی زوجہ کی عزت کو داغ دار کرنے کی کسی کو توفیق کیسے دے سکتا ہے؟''

(تفسير النّسفي/ مدارك التنزيل وحقائق التاويل : 492/2)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

إِنَّ الذُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ عَلٰی جَسَدِہٖ وَلَا ثِيَابِہٖ .

''مکھی آپ ﷺ کے جسم پر بیٹھی تھی، نہ کپڑوں پر۔''

(الشّفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ :368/1)

❁ ان کے رد میں علامہ محمد بن محمد دلجی (۹۴۷ھ) لکھتے ہیں:

لَا عِلْمَ لِي بِمَنْ رَّوَاہُ .

''اس کے راوی کے متعلق مجھے تو کوئی پتہ نہیں!''

(شرح الشّفاء للملا عليّ القاري :755/1)

ان روایات کی استنادی حیثیت جاننے کے بعد یہ استدلال کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ نہیں تھا، خود بخود ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ اسلام نے ہمیں قبول روایت میں ثقات کا مکلّف بنایا ہے، غیر ثقات، مجہولین اور جھوٹے لوگوں کا نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀